(غلام گردش)

بہترین انتقام

محمود خان کا تعلق لائل پور کے سفید پوش لوگوں میں تھا۔اب تو خیر ،لوگ "سفید پوش " کا مطلب تک نہیں جانتے۔مفہوم جاننا تو بڑے دور کی بات ہے۔انکا بیٹا،کلیم پاکستانی فوج میں تھا۔لیفٹیننٹ کے طور پر وہ 65 کی جنگ پر روانہ ہوا اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔لیفٹیننٹ کلیم کا جسدِ خا کی جس دن گھر آنا تھا،لاؤڈ سپیکر یا ریڈیو پر کوئی منادی نہیں ہوئی۔محمود خان کا گھر جناح کالونی میں تھا۔ہم لوگ بھی وہی رہتے تھے۔مجھے یاد ہے کہ لوگوں کو صرف یہ معلوم تھا کہ آج کلیم شہید کی نعش گھر آنی ہے۔وقت کا بھی کسی کو پتہ نہیں تھا۔اندازہ تک نہیں تھا۔اسکے باوجود،لوگ ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے باہر نکل کر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔میں تیسری یا چوتھی کلاس میں پڑھتا تھا۔مجھے جنگ کا اندازہ نہیں تھا اور یہ بھی علم نہیں تھا کہ شہید کیا ہوتا ہے۔کلیم کا تو خیر معمولی سا اندازہ تک نہیں تھا۔مگر میں تمام بڑے،بوڑھوں کے ہمراہ سڑک پر کھڑا ہو گیا۔اردگرد دیکھا تو ایسے لگا کہ بے حساب لوگوں کا ایک منظّم سا ہجوم ہے۔تمام،انتہائی نظم وضبط کے ساتھ گھروں کے باہر قطاروں میں کھڑے تھے۔عصر کے بعد،اچانک چوک سے محمود خان کے گھر کی جانب ایک خا کی تابوت نظر آیا۔ہمراہ چند فوجی تھے۔تابوت کندھوں پر نہیں تھا بلکہ ایک بڑے سے فوجی ٹرک کے اوپر رکھا ہوا تھا۔ٹرک ہر طرف سے کھلا تھا۔لوگوں کو تابوت صاف نظر آ رہا تھا۔جیسے ہی عام لوگوں کی نظر تابوت پر پڑی،انکی عجیب سی کیفیت ہو گئی۔کئی لوگ رقت سے رونے لگ گئے۔کئی لوگوں نے نعرہ تکبیر کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔کئی عورتیں اور مرد،تابوت تک جا کر اسے بوسہ دیکر واپس آ جاتے تھے۔اتنی دیر میں،چند نوجوان اٹھے اور انہوں نے کلیم شہید کے تابوت پر پھول رکھنے شروع کر دیے۔چند منٹ میں تابوت پورے کا پورا پھولوں سے ڈھک گیا۔عجیب منظر تھا۔کوئی کلمہ شہادت کا ورد کر رہا ہے،کوئی اشک بار تھا۔خواتین ایک دوسرے کے گلے لگ لگ کر رو رہی تھیں۔دلاسہ دے رہیں تھیں۔کوئی نعرہ تکبیر بلند کر رہا تھا۔میں نے بھی کوشش کی کہ میں ایک پھول ٹرک پر رکھ دوں۔مگر ہجوم اتنا تھا کہ میں کوشش کے باوجود ٹرک تک نہ پہنچ پایا۔پھول اپنے ساتھ کھڑے ہوئے ایک بزرگ کے ہاتھ میں دیا۔انہوں نے انتہائی عقیدت سے وہ برگ گلاب،تابوت پر رکھ دیا۔صاحبان زیست!یہ تمام منظر کشی چند منٹوں کی ہے۔وہ کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔اسلیے بھی کہ فہم وادراک کی اس منزل پر ہی نہیں تھا،جہاں بخوبی اندازہ ہوتا کہ وطن کی راہ میں شہید ہونے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔مگر ایک بات میری سمجھ میں آ چکی تھی کہ اس لڑکے یعنی کلیم نے کوئی بہت باعزت اور بڑا کام کیا ہے۔کلیم شہید کے جسدِ خا کی کا جو والہانہ اور عقیدت مندانہ استقبال دیکھنے کو ملا،وہ آج بھی میرے لاشعور میں مستقل طور پر محفوظ ہے۔اتنی عزت،بہت کم لوگوں کے نصیب میں آتی ہے!

بالکل اسی طرح،ہمارے قصبہ تاندلیانوالہ سے کیپٹن بلال شہید کا تعلق تھا۔میرے دادا،راؤ اختر ٹاؤن کمیٹی کے چیئرمین بھی رہے اور علاقائی سیاست میں ایک معتبر نام تھے۔انتہائی سخت اور پرانی طرز کے بزرگ!کیپٹن بلال کے بھائی جسٹس(ر)احمد فاروق بھی تاندلیانوالہ میں ہماری گلی سے تعلق رکھتے تھے۔مجھے صرف یہ پتہ چلا کہ میرے دادا نے کیپٹن بلال شہید کے نام سے تاندلیانوالہ میں سب سے بڑی مسجد بنانے کا اعلان کر دیا ہے۔یہ 65 کے بعد کے واقعات ہیں۔دیکھتے ہی دیکھتے،نہر کے نزدیک ایک انتہائی خوبصورت

اور کشادہ قطعہ میں بلال شہید مسجد تعمیر کر دی گئی۔ کسی سے کوئی مدد نہیں مانگی گئی۔ اسکے بعد ہر عید والے دن، میرے دادا راؤ اختر، میرے والد راؤ حیات اور میرے تمام چچا اسی مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔ یہ روایت میرے دادا کی زندگی تک قائم رہی۔ چند برس پہلے میں اس مسجد میں گیا۔ اب تو وہ ایک بہت بڑا ادارہ بن چکی ہے۔ بلال شہید کی عزت و احترام میں قائم مسجد، آج تک موجود ہے۔ ہزاروں لوگ، اس شہید کیلئے دعا کرتے ہیں۔ کسی نے میرے دادا کو نہیں کہا کہ شہید کے نام پر مسجد بنی چاہیے۔ کسی نے اہلیان تاندلیانوالہ کو نہیں سمجھایا کہ وہ یہ کام کریں۔ یہ سب کچھ ایک جذبہ کے تحت کیا گیا۔ ایک والہانہ اور معصوم سا جذبہ!

کیڈٹ کالج حسن ابدال جا کر پہلی بار اندازہ ہوا کہ فوج کیا ہے۔ افسر کی تربیت کتنی مشکل طریقے سے کی جاتی ہے۔ خیر میں پانچ سال وردی پہننے کے بعد کے۔ ای میڈیکل کالج آ گیا۔ مگر میرے ساتھ والے کئی طالبعلم فوج میں چلے گئے۔ ان میں سے کئی لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے تک پہنچے۔ مگر فوج کو انتہائی قریب سے دیکھنے کا اتفاق 1985 میں ہوا۔ فوج میں تین ماہ کی (Attachment) کی گئی۔ کیپٹن کے طور پر 3 1 پنجاب رجمنٹ چلا گیا۔ اس ٹریننگ کا دورانیہ صرف تین ماہ تھا۔ مگر مجھے اسکا ایک ایک پل یاد ہے۔ 13 پنجاب، رجمنٹ اس وقت اوکاڑہ کینٹ میں موجود تھی۔ یونٹ کے معاملات کو قریب سے دیکھنے کا یہ میرا پہلا موقع تھا۔ ایک عجیب سی چیز محسوس کی۔ یونٹ میں سپاہی سے لیکر کرنل کی سطح تک کے لوگ موجود تھے۔ میں نے کسی کو موت سے ڈرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ انتہائی مشکل جسمانی تربیت اور مشکل مراحل میں بھی کسی کو گھبراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایسے لگتا تھا کہ شائد اگر ان نوجوانوں کے سامنے موت آ کر کھڑی بھی ہو جائے، تو انکے عزم و ہمت کو دیکھ کر خود ڈر جائیگی۔ مشکل سے مشکل ٹریننگ کے بعد، شام کو ہر بندہ بالکل نارمل ہوتا تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ آج تک شام کے وہ قہقہے اور شادمانیاں بخوبی یاد ہیں۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بچپن میں کلیم شہید کے جذبہ سے لیکر 13 پنجاب کے جوانوں کی بہادری اور جرات کو بذات خود دیکھا ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے لیے باعثِ افتخار بھی ہے اور باعثِ اطمینان بھی۔ اسکا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ فوج نے بحیثیت ادارہ غلطیاں نہیں کیں۔ پہاڑ جیسی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے! تمام معاملات میں! مگر گزشتہ ڈیڑھ دو برس سے فوج کا قبلہ درست کیا گیا ہے۔ اس تمام کام کا سہرا صرف ایک شخص کو جاتا ہے جو اس وقت فوج کی کمان کر رہا ہے۔ اس ادارہ نے اپنی غلطیوں سے سیکھا ہے اور آج بھی سیکھ رہا ہے۔ قربانیوں اور شہادتوں نے آج کی فوج کو وہ نیا خون مہیا کیا ہے کہ ادارہ اب بنیادی طور پر تبدیل ہو چکا ہے۔ کسی کے ذہن میں نہیں ہونا چاہیے کہ اتنی مضبوط فوج کی موجودگی میں کوئی بھی ملک کسی قسم کی مہم جوئی کر سکتا ہے! میری دانست میں کسی بھی طرح کے جنگ کے مواقع تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ہاں! حادثات کے ردِعمل میں کچھ بھی ہو سکتا ہے!

لیکن اب فوج داخلی محاذ پر برسرِ پیکار ہے۔ عوام میں اس وقت جتنی پذیرائی، دہشت گردی کے خلاف جنگ کی بدولت فوج کو حاصل ہے، وہ 65 کی جنگ کے برابر یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن مسئلہ یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ ہمارا سیاسی نظام بنیادی طور پر کسی اصول اور ضابطہ کی بنیاد پر نہیں، بلکہ بین الاقوامی Arrangement کے تحت وجود میں آیا ہے۔ اس وجہ سے عوام میں اسکی اخلاقی اور ٹھوس بنیاد موجود نہیں ہے۔ ہمارے الیکشن، ہمارا سیاسی نظام اور سیاسی جماعتوں کا طرزِ عمل اس درجہ ناقص ہے، کہ وہ کسی قسم کی بھاری ذمہ

داری اٹھانے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ تمام ادارے کام کرنا چھوڑ چکے ہیں، یا انہیں کام کرنے کی آزادی نہیں، لہذا لوگ صرف ایک آخری ادارہ کی جانب دیکھنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ ہمارے قومی رہنماؤں کو اس تبدیلی کا بخوبی اندازہ ہے۔ اسلیے مقتدر سیاستدانوں کی واضح اکثریت فوج سے خائف ہے اور انکو شک کی دوربین سے دیکھتے ہیں۔ آپ کسی سیاسی جماعت کے مرکزی قائد کو دیکھ لیجئے۔ وہ لوگوں اور میڈیا کے سامنے فوج کی بھرپور تعریف کرتے نظر آئینگے۔ مگر نجی محفلوں میں وہ تمام فوج کے متعلق غیر محتاط رویہ اپناتے ہیں۔ اس طرزِ عمل میں، کسی بھی سیاسی جماعت میں کوئی فرق نہیں۔ دور مت جائیے۔ سندھ کی سیاسی جماعتوں کا عملی رویہ دیکھئے۔ اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ ابھی تک عوام کو کرپشن کی پانچ فیصد کا بھی معلوم نہیں۔ میں نام نہیں لینا چاہتا، مگر ہر باخبر انسان جانتا ہے کہ مختلف صوبوں میں سیاستدانوں اور افسروں نے ملک کیا کیا کمالات کیے ہیں! میں اپنے قبیلے کے متعدد سینئر اور جونیئر افسروں کو جانتا ہوں جن کے غیر ملکی اکاؤنٹ میں ڈھائی سو سے تین سو کروڑ روپے موجود ہیں۔ کسی صوبہ میں کوئی بھی فرق نہیں!

داخلی محرکات سے مسئلہ شروع ہوتا ہے جو اس وقت در پردہ وجہ تنازع ہے۔ فوج کو معلوم ہے کہ جس خوفناک طرز کی مالی کرپشن کی گئی ہے، اس پر ہاتھ ڈالے بغیر ہم دہشت گردی کے عفریب کو جڑ سے نہیں اکھیڑ سکتے۔ بیشتر سیاستدان، فوج کے اندرونی طور پر اسلیے خلاف ہیں، کہ وہ احتساب کے نام تک سے خوف زدہ ہیں۔ گستاخی معاف! اس میں عدلیہ بھی شامل ہے۔ عدلیہ کے اکثر اعلیٰ جج صاحبان بھی اس نظام سے اتنے ہی مستفید ہوئے ہیں، جتنے باقی ادارے! اسلیے عدلیہ کے بیشتر جج صاحبان بھی فوج اور فوجی عدالتوں کے متعلق تحفظات رکھتے ہیں۔ یہ تمام ادارے اور افراد، آئین کے پیچھے چھپ کر کام کرتے ہیں۔ یہ بھی احتساب سے خوف زدہ نظر آتے ہیں۔ کیا یہ المیہ نہیں، کہ لاہور کے چند مخصوص لاء چیمبرز سے تعلق رکھنے والے وکلاء ہی ہائیکورٹ کے جج بنائے جاتے ہیں؟ کیا یہ رویہ بذات خود ایک سوال نہیں! کیا اس سلیکشن میں مفادات کے علاوہ برادری اور ذات کو اہمیت حاصل نہیں! صاحبان! حقائق بہت تلخ ہیں! بہت ہی تلخ!

مجموعی طور پر فوج نے اپنی تمام غلطیوں کو جوانوں کے خون سے دھویا ہے! کوئی اور ادارہ، اپنی داخلی تصیح کرنے کی استطاعت اور اہلیت نہیں رکھتا! وہ چاہتے بھی نہیں ہیں! ہاں، زبانی جمع خرچ بہت ہے! بے مقصد شور وغل اتنا ہے کہ ہر مثبت قوم کو بھی جمہوریت کش ثابت کیا جا رہا ہے! مگر اب قوم سمجھ چکی ہے کہ جمہوریت بہترین انتقام ہے! مگر کس کے خلاف؟

راؤ منظر حیات

Dated:06-09-2015